

انصارحسین علیہ السلام ہی انصاراللہ ہیں (حصہ دوم)

<?xml encoding="UTF-8">

نمبر(38).< *عباد بن مہاجر بن ابی المہاجر جہنی * >

مکہ سے کوفہ کے راستے میں عرب کے ان صحرائی قبائل میں سے جنکی طرف سے گزر ہوتا تھا بہت سے لوگ خوش آئیند دنیوی توقعات کو پیش نظر رکھ کر اس قافلہ کے ساتھ ہوجاتے تھے۔ چنانچہ "میاہ جہنیہ" نام کے چشمہ کے پاس سے قبیلہ جہنیہ کے بہت سے لوگ اسی طرح آپ (ع) کے ساتھ ہوگئے تھے۔ ان ہی میں عباد بن مہاجر بھی تھے۔ جب جناب مسلم وہانی کے شہید ہوجانے کی خبر سننے کے بعد امام حسین علیہ السلام نے 'منزل زبالہ' پر لوگوں کو حقیقی صورتِ حال سے مطلع فرماتے ہوئے انجام سے ناواقف افراد کو اپنے قافلہ سے جدا ہونے کی ہدایت فرمائی اور اس کے نتیجہ میں سوا ان جاں نثاروں کے جو آپ (ع) کے ساتھ مدینہ سے آئے تھے تقریباً سب منتشر ہوگئے تو عباد بن مہاجر اُن گنتی کے باوفا افراد میں سے تھے جنہوں نے امام (ع) کا ساتھ چھوڑنا پسند نہیں کیا اور وہ امام (ع) کے ساتھ رہے یہاں تک کہ وہ روزِ عاشور حملہ اولیٰ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

**

نمبر(39).< *عبدالرحمن بن عبدرب انصاری خزرجی * >

صحابہ رسول (ص) میں سے حدیثِ غدیر کے راوی اور شاہد تھے۔ حضرت امیر علیہ السلام کے مخصوص شاگرد تھے۔ حضرت علی علیہ السلام نے خود انکو قرآن کی تعلیم دی اور انکی تربیت بھی فرمائی تھی۔ وہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ مکہ سے روانہ ہوئے اور میدانِ کربلا تک برابر ہمراہ رکاب رہے۔ صبحِ عاشور ان ہی سے بریر بن خضیر کی مزاحیہ گفتگو ہوئی تھی جسکا تذکرہ گزر چکا ہے۔ انہوں نے بھی حملہ اولیٰ میں درجہ شہادت حاصل کیا۔

**

نمبر(40).< *عبدالرحمن بن عبداللہ بن کدن ارجی * >

طبقہ تابعین میں سے معزز ، بہادر اور جنگ آزما تھے۔ کوفہ سے جو دوسرا وفد امام حسین علیہ السلام کے پاس بھیجا گیا تھا جس کے ساتھ تقریباً 53 عرضداشتیں امام (ع) کی خدمت میں ارسال کی گئی تھیں جن میں سے ہر ایک دو تین اور چار دستخطوں سے تھی۔ اس وفد میں قیس بن مسہر صیداوی اور عمارہ بن عبید سلولی کے ساتھ عبدالرحمن بن عبداللہ بھی تھے۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے مسلم بن عقیل علیہ السلام کو کوفہ بھیجا تو عمارہ اور عبدالرحمن کو انکے ساتھ کر دیا۔ اس کے بعد عبدالرحمن بن عبداللہ کسی نہ کسی طرح کوفہ سے نکل کر میدانِ کربلا تک پہنچے اور امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں داخل ہوگئے یہاں تک کہ حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

**

نمبر(41).< *عبدالرحمن بن مسعود * >

وہ مسعود بن حجاج تیمی کے فرزند تھے جنکا تذکرہ سلسلہ شہداء میں بعد میں آئیگا۔ دونوں باپ بیٹے عمر سعد کے ساتھ آئے تھے اور محرم کی ساتویں تاریخ کو امام (ع) کی خدمت میں سلام کرنے کے قصد سے حاضر ہوئے۔ پھر واپس نہیں گئے۔ عبدالرحمن بن مسعود روزِ عاشور حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

**

نمبر (42). < *عبدالله بن بشر خثعمی * >

پورا نام ونسب عبدالله بن بشر بن ربیعہ بن عمرو بن منارہ بن ممیر بن عامر بن ریشہ بن مالک بن واہب بن جلیحہ بن کلب بن ربیعہ بن عفرس بن خلف بن اقبل بن انمار الختعی ہے۔ انکے والد بشر بن ربیعہ اپنے زمانے کے مشہور روزگار اور میدان جنگ کے نبرد آزما شہسواروں میں سے تھے۔ کوفہ کا مشہور احاطہ جو "جبانہ بن بشر" کہلاتا تھا ان ہی کے نام سے منسوب تھا۔ جبگ قادسیہ کے ذیل میں انکا نام صفحاتِ تاریخ پر نمایاں ہے۔ انکے فرزند عبدالله صفات شجاعت و جرات و نام آوری میں ان ہی کے قدم بقدم تھے۔ میدانِ کربلا میں فوجِ عمر سعد کے ساتھ پہنچ کر خفیہ طریقہ پر انصارِ حسین علیہ السلام میں شامل ہو گئے یہاں تک کہ حملہ اولیٰ میں درجہ شہادت حاصل کیا۔

**

نمبر (43). < *عبدالله بن یزید بن ثبیط قیسی * >

یزید بن ثبیط کے دس بیٹے تھے چنانچہ انہوں نے دسوں کے سامنے نصرتِ حسین علیہ السلام کا سوال پیش کیا لیکن ان میں سے صرف دو تھے جنہوں نے اس اہم ارادہ میں باپ کا ساتھ دیا۔ ان ہی دو میں ایک عبدالله تھے۔ چنانچہ وہ اپنے والد کی ہمراہی میں بصرہ سے نکلے اور مقامِ ابطح پر پہنچ کر خدمتِ امام (ع) میں حاضر ہوئے۔ روزِ عاشور حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

**

نمبر (44). < *عبدالله بن یزید بن ثبیط قیسی * >

یہ یزید بن ثبیط کے دوسرے فرزند تھے جنہوں نے نصرتِ امام حسین علیہ السلام کے تہیہ میں انکا ساتھ دیا اور حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

**

نمبر (45). < *عقبہ بن صلت جہنی * >

"میاہ جہنیہ" کے اعراب میں سے جو اثنائے راہ سے قافلہ حسینی کے ساتھ ہو گئے تھے۔ ایک یہ بھی تھے اور منزلِ زبالہ میں امام حسین علیہ السلام کے حقیقتِ حال کے اظہار پر مشتمل خطبہ کو سنکر جب سوا خاص جان نثاروں کے اور سب نے اپنی اپنی راہ لی تو یہ امام (ع) کے ساتھ ہی رہے یہاں تک کہ روزِ عاشور حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

**

نمبر (46). < *عمار بن ابی سلامہ دالانی * >

نام ونسب:

عمار بن ابی سلامہ بن عبداللہ بن عمران بن راس بن دالان ہمدانی۔
حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ انہوں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانہ کا ادراک کیا تھا اور علی بن ابی طالب علیہما السلام کے ساتھ جمل، صفین اور نہروان کی لڑائیوں میں شرکت کی تھی۔ کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

**

نمبر (47)۔> *عمار بن حسان طائی *

نام ونسب :

عمار بن حسان بن شریح بن سعد بن حارثہ بن لام بن عمرو بن ظریف بن عمرو بن ثمامہ بن ذہل بن جذعان بن سعد بن طے۔

مخصوص و ممتاز شیعان علی علیہ السلام میں سے مشہور بہادر و جنگ آزما تھے۔ انکے والد حسان بن شریح حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کے اصحاب میں سے تھے اور جنگ صفین میں آپ (ع) ہی کی نصرت میں شہید ہوئے۔ عمار امام حسین علیہ السلام کے ساتھ مکہ معظمہ سے آئے تھے اور روز عاشور حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔ انکی اولاد میں سے عبداللہ بن احمد بن عامر بن سلیمان بن صالح بن وہب بن عمار بن حسان بن شریح طائی جلیل القدر عالم اور فقیہ تھے جو اپنے والد کے ذریعہ امام علی الرضا علیہ السلام سے روایت کرتے تھے اور "کتاب القضا والاحکام" کے مصنف تھے۔

**

نمبر (48)۔> *عمرو بن ضبیعة بن قیس بن ثعلبہ ضبعی تیمی *

بہادر ، شہسوار اور جنگ کے میدان میں کار نمایاں انجام دیئے ہوئے تھے۔ عمر سعد کی فوج کے ساتھ میدان کربلا میں پہنچے پھر انصارِ امام حسین علیہ السلام میں شامل ہو گئے اور حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

**

نمبر (49)۔> *عمران بن کعب بن حارث اشجعی *

انکا شمار بھی حملہ اولیٰ کے شہداء میں ہے۔ حالات معلوم نہیں۔

**

نمبر (50)۔> *قارب مولیٰ الحسین (علیہ السلام) *

قارب بن عبداللہ بن اریقط لیثی دثلی۔

انکی والدہ فکیہہ امام حسین علیہ السلام کی حرم سرا میں جناب رباب مادر جناب سکینہ سلام اللہ علیہا کی کنیز تھیں اور انکی شادی عبداللہ بن اریقط کے ساتھ ہوئی اور اس طرح قارب کی ولادت ہوئی تھی وہ اپنی والدہ کی ہمراہی میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ مدینہ سے مکہ اور پھر وہاں سے میدان کربلا تک پہنچے اور روز عاشور حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

**

نمبر (51)۔> *قاسط بن زہیر بن حارث تغلبی *

وہ اور انکے دو بھائی مقسط اور کردوس حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کے اصحاب میں سے تھے اور آپ (ع) کے ساتھ لڑائیوں میں شریک ہوئے تھے۔ پھر امام حسن علیہ السلام کے ساتھ رہے۔ یہاں تک کہ آپ (ع) نے حجاز کی طرف مراجعت فرمائی۔ اس کے بعد وہ تینوں بھائی کوفہ میں قیام پذیر رہے۔ یہاں تک کہ جب امام (ع) کربلا میں وارد ہوئے تو وہ تینوں بھائی کسی نہ کسی طرح امام (ع) کی خدمت میں پہنچے اور روزِ عاشور حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

**

نمبر (52). < * قاسم بن حبیب بن ابی بشر ازدی * >

کوفہ کے شیعانِ علی علیہ السلام میں سے بہادر، دلیر اور شہوار تھے۔ عمر سعد کی فوج کے ساتھ کربلا پہنچے پھر پوشیدہ طریقہ پر امام (ع) کے ساتھ ملحق ہو گئے اور روزِ عاشور حملہ اولیٰ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

**

نمبر (53). < * کردوس بن زہیر بن حارث تغلبی * >

وہ اور انکے بھائی قاسط بن زہیر اور دوسرے بھائی مقسط تینوں اصحاب حضرت علی علیہ السلام میں سے تھے اور آپ (ع) کے ساتھ لڑائیوں میں شرکت کی تھی۔ کربلا میں خفیہ طریقہ پر خدمتِ امام حسین علیہ السلام میں پہنچے اور حملہ اولیٰ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

**

نمبر (54). < * کنانہ بن عتیق تغلبی * >

کنانہ بن عتیق بن معاویہ بن جماعہ بن قیس تغلبی کوفی شجاعانِ روزگار میں سے عابد و زاہد اور حافظِ قرآن تھے۔ لڑائی اٹھنے سے پہلے میدانِ کربلا میں خدمتِ امام (ع) میں پہنچے اور روزِ عاشور حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

**

نمبر (55). < * مجمع بن زیاد بن عمرو جہنی * >

"میاة جہنیہ" کے اعراب میں سے جو اثنائے راہ میں امام (ع) کے ساتھ ہو گئے تھے اور جب منزلِ زبالہ میں امام (ع) کے خطبہ کو سنکر سوا مخصوص جان نثاروں کے دوسرے تمام لوگ متفرق ہو گئے تو مجمع بن زیاد امام (ع) کے ہمراہ ہی رہے اور روزِ عاشور پہلے انکا گھوڑا زخمی ہو کر پے ہوا پھر چند آدمیوں کو قتل کر کے وہ دشمنوں میں گھر گئے اور حملہ اولیٰ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

**

نمبر (56). < * مسعود بن حجاج تیمی * >

کوفہ کے بڑے مشہور شیعہ علی علیہ السلام اور لڑائیوں میں کام کیے ہوئے تھے۔ اپنے فرزند عبدالرحمن بن مسعود کے ساتھ عمر سعد کی فوج میں میدانِ کربلا تک پہنچے اور ساتویں محرم کو امام (ع) کی خدمت میں سلام کرنے کے لیے حاضر ہوئے تو پھر واپس نہیں گئے۔ روزِ عاشور حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

**

نمبر (57). <* مسلم بن کثیر صدفی ازدی * >

قبیلہ ازدشنوہ میں سے اعرج یعنی لنگ تھے۔ انہوں نے رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ادراک کیا تھا۔ جنگِ جمل میں حضرت امیر علیہ السلام کی نصرت میں شریکِ جنگ تھے کہ پنڈلی پر تیر پڑا جسکا اثر رہا۔ کوفہ دے نصرتِ امام حسین علیہ السلام کا تہیہ کر کے روانہ ہوئے اور کربلا میں پہنچ کر آپ (ع) سے قدم بوس ہوئے۔ حملہ اولیٰ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

**

نمبر (58). <* مقسط بن زھیر بن حارث تغلبی * >

وہ اور انکے قاسط اور کردوس اصحابِ حضرت علی علیہ السلام میں سے تھے اور آپ (ع) کے ساتھ لڑائیوں میں شریک ہوئے تھے وہ سب میدانِ مریلا میں خفیہ طریقہ پر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے اور حملہ اولیٰ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

**

نمبر (59). <* منیع بن زیاد * >

انکا شمار بھی حملہ اولیٰ کے شہداء میں ہے۔ حالات معلوم نہیں۔

**

نمبر (60). <* نصر بن ابی نیزر * >

ابو نیزر نجاشی بادشاہِ حبشہ یا کسی اور ملکِ عجم کے بادشاہ کی نسل سے تھے۔ بچپن میں دینِ اسلام سے مشرف ہونے کا شوق پیدا ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور مذہبِ اسلام اختیار کیا تو آنحضرت (ص) نے انکی تربیت فرمائی اور آپ (ص) کی وفات کے بعد وہ حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں رہے اور آپ (ع) کے مملوکہ ایک نخلستان میں اصلاح و تربیت کے کام پر مامور ہوئے۔ انکے فرزند نصر نے اپنی کمسنی اور نوجوانی کا زمانہ حضرت علی اور امام حسن علیہما السلام کے ساتھ اور بقیہ زندگی کا دور امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں گزارا۔ یہاں تک کہ سفرِ عراق میں آپ (ع) کے ساتھ مدینہ سے مکہ اور مکہ سے کربلا پہنچے اور حملہ اولیٰ میں پہلے انکا گھوڑا کام آیا پھر وہ خود درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

**

نمبر (61). <* نعمان بن عمرو ادی * >

کوفہ کے باشندہ اصحابِ حضرت علی علیہ السلام میں سے تھے اور آپ (ع) کے ساتھ جنگِ صفین میں بھی شریک ہوئے تھے۔ وہ اور انکے بھائی حلاس بن عمرو ازدی کربلا میں عمر سعد کی فوج کے ساتھ پہنچے تھے اور شرائطِ صلح مسترد ہونے پر اصحابِ حسین علیہ السلام سے ملحق ہو گئے۔ یہاں تک کہ حملہ اولیٰ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

**

نمبر (62). <* نعیم بن عجلان انصاری * >

نعیم بن عجلان بن نعمان بن عامر بن زریق الانصاری الخزرجی اور وہ انکے دو بھائی نصر اور نعمان اصحابِ امیرالمومنین علیہ السلام میں سے تھے اور جنگِ صفین میں کارِ نمایاں انجام دیئے تھے اور تینوں شجاعانِ روزگار اور شعراء میں شمار ہوتے تھے۔

نعمان بن عجلان کو حضرت علی علیہ السلام نے عمرو بن سلمہ مخزومی کو معزول فرما کر بحرین کا حاکم مقرر کیا تھا۔

نصر اور نعمان دونوں نے امام حسن علیہ السلام کی خلافت کے زمانے میں انتقال کیا اور نعیم کوفہ میں مقیم رہے۔ جب امام حسین علیہ السلام سرزمینِ عراق پر پہنچے تو وہ کوفہ سے کسی نہ کسی طرح نکل کر آپ (ع) کی خدمت میں پہنچ گئے اور روزِ عاشور حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

**

**۔ یہاں پر حملہ اولیٰ کے پچاس شہداء کی تعداد پوری ہو گئی۔ اب ان اصحاب کا تذکرہ کیا جائیگا جو حملہ اولیٰ کے بعد "نمازِ ظہر" تک شہید ہوئے تھے۔

**

< ** خیمہ گاہِ حسینی پر ہجوم ** >

جب تک حسینی جماعت اپنی مختصر تعداد میں سہی پوری موجود تھی۔ اس وقت تک دشمنوں کے لیے آگے بڑھنا ممکن نہ ہوسکا تھا لیکن اب جبکہ حملہ اولیٰ کے ذیل میں پچاس نفوس اس جماعت کے یکبارگی شہید ہو گئے اور جتنے انصارِ حسین علیہ السلام باقی رہ گئے ان میں سے کسی کے پاس سواری کے لیے گھوڑا نہ رہا تو اب لشکرِ مخالف کو جرات ہوئی کہ وہ خیامِ حسینی کا رخ کرے۔ اس موقع پر اگرچہ اصحابِ حسین علیہ السلام کی تعداد بہت کم ہو چکی تھی مگر پھر بھی انکی شجاعت کا عالم یہ تھا کہ تاریخ کا بیان ہے: "انہوں نے جنگ کی یہاں تک کہ دوپہر کا وقت ہو گیا۔ دنیا کی سخت ترین جنگ جو خلقِ خدا میں کبھی کسی کی نظر سے گزری ہو"

یزیدی لشکر کی کوشش تھی کہ وہ کسی طرح پسِ پشت پہنچ کر ان بہادروں کو گھیرے میں لے لے مگر پشت کی جانب انکے خیمے تھے جنہیں امام کے حکم سے اس طرح ایک دوسرے سے متصل اور طناب اندر طناب کر دیا گیا تھا کہ انہوں نے ایک مضبوط دیوار اور حصار کی شکل اختیار کر لی تھی اس لیے اس طرف سے حملہ غیر ممکن تھا۔ عمر سعد نے یہ دیکھا تو حکم دیا کہ طنابیں کاٹ کر خیموں کو انکے چپ و راست سے گرا دیا جائے تاکہ پورے طور سے محاصرہ کرنا ممکن ہوسکے۔ اصحابِ حسین علیہ السلام نے جو یہ دیکھا تو متفرق طور پر اپنے اپنے خیموں کے اندر داخل ہو کر منتظر رہے یہاں تک کہ جب کسی خیمہ میں کوئی داخل ہوتا کہ طنابیں کاٹ کر اسکو گرائے تو وہ فوراً قتل کر دیا جاتا اور لاش باہر پھینک دی جاتی۔ جب عمر سعد کو اپنی اس تدبیر میں بھی ناکامی ہوئی تو اس نے کہا کہ 'اچھا کسی خیمہ کے اندر جاکر گرانے کی کوشش نہ کرو بلکہ ان سب خیموں میں آگ لگا دو'

ظاہر ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا خیمہ اور حرمِ سرائے عصمتِ آپ (ع) کے اصحاب کے مسلسل خیموں کی قطار سے علیحدہ تھے۔ دشمن کے سپاہی جب ان خیموں میں آگ لگانے لگے تو امام (ع) کہ آگ لگا لینے دو اس لیے کہ جب وہ آگ لگا دیں گے اور شعلے بھڑکنے لگیں گے تو پھر وہ بھی اس طرف سے تم پر حملہ نہ کرسکیں گے اور جو اُنکا مقصد ہے وہ پورا نہ ہوگا۔ چنانچہ اصحابِ حسین علیہ السلام نے مدافعت چھوڑ دی اور دشمن آگ لگانے میں کامیاب ہو گیا۔ مگر نتیجہ نے ظاہر کر دیا کہ عمر سعد نے تدبیرِ جنگ کے لحاظ سے غلطی

کی اور امام حسین علیہ السلام کی رائے دشمنوں کے تجربہ میں بالکل صائب ثابت ہوئی یعنی آگ لگادینے سے دشمن کے لیے اس طرف کا راستہ بند ہوگیا اور اس کے بعد بھی مقابلہ سامنے ہی کی جانب سے کیا جاسکا۔ اس تدبیر کے بھی ناکام ہونے پر کمینہ طینت شمر برافروختہ ہوگیا اور اس نے حملہ کرکے خاص خیمہ امام حسین علیہ السلام پر نیزہ مارتے ہوئے کہا کہ آگ لاؤ تاکہ میں اس خیمہ کو اس کے رہنے والے سمیت جلا دوں۔ اس آواز کے سننے سے حرم سرائے عصمت میں ایک شور نالہ و فریاد کا بلند ہوا۔ امام حسین علیہ السلام نے اسکو للکار کر فرمایا کہ :

"اے شمر تو آگ اس لیے منگارہا ہے

کہ میرے خیمہ کو میرے اہل و عیال سمیت جلا دے۔ خدا تجھے آگ سے جلنا نصیب کرے"

لشکرِ یزید کے دوسرے سرداروں نے بھی شمر کو منع کیا اور شبث بن ربیع نے شمر کے پاس جاکر کہا 'میں نے آج تک ایسی شرمناک بات نہیں سنی جیسی تم زبان سے نکال رہے ہو اور نہ اس سے بدتر اقدام دیکھا جسکا تم نے ارادہ کیا ہے۔ تم عورتوں کو خوفزدہ کرتے ہو؟' ان سبکی مخالفت سے مرعوب ہوکر شمر اپنے ارادہ سے باز آکر خیمہ کے دروازہ سے ہٹ گیا۔

اتنی دیر میں زہیر بن قین نے دس بہادر ساتھیوں کو ساتھ لیکر حملہ کر دیا اتنا سخت حملہ کہ شمر اور اس کے ساتھ والی فوج کو خیموں کے پاس سے دور کر دیا اور ابوغزہ ضبابی کو جو شمر کا خاص آدمی تھا قتل کر دیا۔ افواجِ یزید نے جو اپنے ایک سربراہ آوردہ ساتھی کو اس حملہ میں قتل ہوتے دیکھا تو پورے جوش و خروش کے ساتھ ان دسوں آدمیوں پر ٹوٹ پڑے اور سخت خونریز لڑائی ہوئی مگر ان بہادروں نے بھی بڑی پامردی سے مقابلہ کیا جس کے نتیجہ میں دشمن کو شکست ہوئی۔

پھر بھی کثرت اور قلت کا مقابلہ ہی کیا؟ صورت یہ تھی کہ اس مختصر جماعت کے ایک دو بھی قتل ہوتے تھے تو اس سے نمایاں کمی ظاہر ہونے لگتی تھی برخلاف افواجِ یزید کے جو کثیر تعداد میں تھے۔ اس لیے جتنے بھی قتل ہوتے تو کچھ پتہ نہ چلتا تھا۔

**

** جو اصحابِ حسین علیہ السلام اس کے بعد سے دوپہر کے وقت تک نماز ظہر کے ہنگامہ سے پہلے شہید ہوئے ان کے نام تاریخ میں حسبِ ذیل ملتے ہیں۔

**

نمبر (63)۔ < * بکر بن حی تیمی * >

عمر سعد کی فوج کے ساتھ کربلا آئے تھے مگر جنگ چھڑنے کے بعد توفیقِ الہی دستگیر ہوئی اور امام حسین علیہ السلام کی طرف آکر شریکِ جہاد ہوئے اور حملہ اولی کے بعد درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

**

نمبر (64)۔ < * عمرو بن جنادہ بن کعب خزرجی * >

انکے والد جنادہ بن کعب کا تذکرہ حملہ اولی کے شہداء میں ہوچکا ہے۔ عمرو بن جنادہ کا واقعہ کربلا میں نو یا دس برس کا سن تھا۔ انکی والدہ بحریہ بنت مسعود تھیں جو اپنے شوہر کے ساتھ میدانِ کربلا میں موجود تھیں۔ جب جنادہ درجہ شہادت پر فائز ہوچکے تو انکی بیوہ نے یتیم بچہ کو بھی ہدایت کی وہ بھی جائے اور امام حسین علیہ السلام کی نصرت میں جنگ کرے۔ بچہ خدمتِ امام (ع) میں آیا اور طالبِ اجازت ہوا۔ آپ (ع) نے

اجازت دینے سے انکار کیا۔ بچہ نے پھر رخصت طلب کی۔ آپ (ع) نے اصحاب کی طرف رخ کر کے فرمایا "ابھی تو اسکا باپ معرکہ جنگ میں قتل ہو چکا ہے اب اگر یہ بھی قتل ہو گیا تو اسکی ماں کے دل پر کیا گزریگی۔ یہ سنکر بچہ نے کہا آقا! میری ماں نے ہی تو مجھے بھیجا ہے اور انہوں نے ہی مجھے یہ جنگ کا لباس پہنایا ہے۔ بہر طور اجازت حاصل کر کے بچہ میدان میں آیا اور لڑ کر قتل ہوا۔ افواج یزید میں سے کسی بے رحم نے بچہ کا سر کاٹ کر جماعت حسینی کی طرف پھینک دیا۔ شیردل ماں نے بچہ کا سر اٹھا لیا اور کہا شاباش! بیٹا شاباش!! تو نے امام (ع) پر نثار ہو کر میرا دل خوش اور میری آنکھوں کو خنک کیا" پھر اس نے سر کو فوج دشمن کی طرف پھینک دیا اور خود ایک طرّف آہنیں لیکر دشمنوں پر حملہ آور ہوئی مگر امام (ع) نے اسے گوارا نہ کیا اور اس کو خیمہ کی جانب واپس فرمادیا۔

**

< ** ظہر کا ہنگام اور نماز ظہر کا ہنگامہ ** >

لشکر یزید کو اب یہ فکر تھی کہ کسی طرح مہم جلد سرجائے۔ اسی عالم میں ظہر کا وقت ہو گیا۔ ادھر ابو ثمامہ عمرو بن عبداللہ صائدی نے امام (ع) کی خدمت میں عرض کیا کہ "مولا، یہ لوگ اب آپ (ع) کے بالکل قریب آگئے ہیں اور یہ یقینی ہے کہ آپ (ع) پر آج آنے سے پہلے میں قتل ہو جاؤں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس نماز کو کہ جس کا وقت آگیا ہے آپ (ع) کے ساتھ پڑھ لوں اور اس کے بعد خدا کی بارگاہ میں جاؤں" امام (ع) نے آسمان کی پر نظر کرتے ہوئے فرمایا "تم نے نماز کو یاد کیا۔ خدا تم کو نماز گزاروں اور یاد رکھنے والوں میں محسوب کرے۔ ہاں یہ نماز کا اول وقت ہے"

پھر آپ (ع) نے فرمایا "ان لوگوں سے کہو کہ اتنی دیر جنگ سے ہاتھ روک لیں کہ ہم نماز پڑھ لیں" اللہ اللہ! رسول اللہ (ص) کا فرزند جس کے گھر سے نماز کی بنیاد قائم ہوئی وہ نماز کی خواہش کرے اور وہ پوری نہ کی جائے بلکہ مہلت کے سوال پر حصین بن تمیم صف سے باہر نکلے اور کہے کہ تمہاری نماز قبول نہیں ہے۔

**

نمبر (65). < حبیب بن مظاهر اسدی * >

نام و نسب :

حبیب بن مظاهر بن رثاب بن اشتر بن خجوان بن فقص بن طریف بن عمرو بن قیس بن حارث بن ثعلبہ بن دوران بن اسد

کنیت :

ابوالقاسم

عرب کے مشہور شہسوار ربیعہ بن خوط بن رثاب کے چچازاد بھائی تھے۔ ابن کلبی کی روایت کے مطابق صحابی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ شیخ طوسی نے انہیں اصحاب امیر المومنین علیہ السلام پھر اصحاب امام حسن علیہ السلام اور اصحاب امام حسین علیہ السلام میں درج کیا ہے۔

حبیب بن مظاهر ، میثم تمار اور رشید ہجری کی طرح حضرت علی علیہ السلام کے صحابہ باختصاص میں سے تھے جنہیں آپ (ع) نے خاص طور سے علوم باطنی اور اسرار کی تعلیم دی تھی۔

سب سے پہلے جب معاویہ کے انتقال کی خبر کوفہ پہنچی تھی اور امام حسین علیہ السلام کو کوفہ کی طرف بلانے کا خیال بعض دماغوں میں پیدا ہوا تھا تو سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان پر شیعان کوفہ کا اجتماع ہوا تھا۔ اس جلسہ کی روداد سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس موقع پر حبیب بن مظاهر بھی موجود تھے۔ صرف موجود ہی نہیں تھے بلکہ وہ اس جماعت میں نمایاں اور ذمہ دارانہ حیثیت رکھتے تھے۔ چنانچہ جو پہلا خط امام حسین علیہ السلام کے نام شیعان کوفہ کی طرف سے بھیجا گیا تھا اس میں سلیمان بن صرد وغیرہ کے ساتھ انکا نام بھی خصوصیت کے ساتھ ثبت تھا اور جب جناب مسلم علیہ السلام کوفہ میں وارد ہوکر مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کے مکان میں فروکش ہوئے تھے تو سب سے پہلا اجتماع شیعوں کا جو ہوا تھا اس میں جناب مسلم (ع) نے امام حسین علیہ السلام کا خط پڑھ کر سنایا تھا۔ اس موقع پر سب سے پہلی تقریر عابس بن ابی شیبہ شاکری نے کی تھی اور اسکی تائید حبیب بن مظاهر نے کی تھی جسکا خلاصہ یہ تھا کہ "ہم دوسرے لوگوں کے متعلق ذمہ داری نہیں لیتے مگر جہاں تک ہماری ذات کا تعلق ہے ہر طرح امداد کے لیے آمادہ ہیں" میدان کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس پہنچنے کے بعد سے وہ برابر ایسے مواقع کے منتظر رہتے تھے کہ دشمن کے ساتھ گفت و شنید کے ذریعہ نصیحت کے فرض کو انجام دے سکیں۔ چنانچہ جب عمر بن سعد نے قرۃ بن قیس حنظلی کو امام حسین علیہ السلام کے پاس بصیغہ مراسلت بھیجا تھا اور قرۃ بن قیس نے امام (ع) کے پاس آکر عمر سعد کا پیغام پہنچا کر واپس جانا چاہا تھا تو حبیب نے کہا تھا "قرۃ بن قیس ، ظالم جماعت کی طرف کہاں جارہے ہو۔ اس بزرگ کی نصرت کرو جس کے نانا کی بدولت خدا نے تمکو اور ہمکو اسلام کی عزت عطا کی" قرۃ نے کہا تھا کہ میں جاکر پیغام کا جواب کہہ دوں تو پھر اس مسئلہ پر غور کرونگا۔

اس تقریر کا اثر قرۃ کے دل پر ضرور ہوا تھا چنانچہ بعد میں وہ کہا کرتا تھا کہ اگر خُرج جاتے وقت اپنا ارادہ مجھ پر ظاہر کردیتے تو میں بھی ان کے ساتھ نصرتِ حسین علیہ السلام کے لیے چلا جاتا۔ اس تاسف اور اظہارِ رنج سے ظاہر ہے کہ دل اس کا احساس سے معمور ہوچکا تھا اور ضمیر آمادہ کررہا تھا مگر اس میں قوتِ ارادی اتنی نہ تھی کہ وہ خُرج کی طرح اس خیال کو عملی جامہ پہنا سکتا۔ وہ اس کے لیے سہارے کا محتاج تھا اور یہ اسکی عملی کمزوری تھی کہ سہارا نہ ملنے سے اس کے قدم رُک گئے۔

نوویں تاریخ کی شام کو جب افواجِ یزید نے دفعۃً جماعتِ حسینی پر حملہ کردیا اور امام (ع) نے جناب ابوالفضل العباس علیہ السلام کو مقصد دریافت کرنے کے لیے بھیجا اور جناب عباس علیہ السلام بیس سواروں کے ساتھ جن میں زہیر بن قین اور حبیب بن مظاهر بھی تھے انکے سامنے گئے اور پوچھا کہ اس بے وقت اقدام کا کیا منشاء ہے اور جواب ملا کہ ابن زیاد کا حکم آیا ہے کہ یا تم سے بیعت لی جائے یا جنگ کی جائے۔

جناب عباس علیہ السلام یہ کہہ کر کہ میں امام سے دریافت کرلوں تو آکر تمکو جواب دیتا ہوں۔ امام (ع) کی خدمت میں واپس گئے اور دوسرے اصحاب وہیں کھڑے رہے۔ تو اس وقفہ کو بھی حبیب بن مظاهر نے بیکار نہ جانے دیا۔ زہیر بن قین سے کہا کہ ان لوگوں سے تم کچھ گفتگو کرو اور نہیں تو میں کچھ بات چیت کروں۔ زہیر نے کہا نہیں آپ ہی گفتگو کیجئے۔ اس وقت حبیب نے مخالف مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے حسبِ ذیل تقریر کی

"سوچو تو! کتنا برا انجام ہوگا پیشِ خدا اس جماعت کاجو اس کے سامنے جائے گی اس حالت میں کہ اسنے اولادِ رسول (ص) کا خون بہایا ہو اور ملک کے ان عبادت گزاروں کو قتل کیاہو جو پچھلے پھر سے اٹھنے والے اور کثرت سے ذکرِ الہی کرنیوالے ہوں"

عزہ بن قیس نے جو ایک خفیف الحركات مسخرہ انسان تھا بات کاٹنے کے لیے پکار کر کہا حبیب ! تم اپنی طرف ہر موقع پر اشارہ کرتے رہتے ہو کہ میں بڑا عبادت گزار ہوں' یہ بے موقع مداخلت سنکر زہیر بن قین کو غصہ آگیا اور انہوں نے کہا "عزہ اس میں شک ہی کیا ہے؟ بلاشبہ حبیب کا نفس ایسا ہی ہے جسکا خدا نے تزکیہ کیا ہے اور اسکو صحیح راستہ پر چلنے کی توفیق عطا کی ہے"

شبِ عاشور حبیب بن مظاهر نے امام حسین علیہ السلام سے اجازت چاہی کہ وہ جاکر قبیلہ بنی اسد سے جو اطراف میں مقیم ہیں آپ (ع) کی نصرت کی خواہش کریں چنانچہ امام (ع) نے اجازت دیدی اور حبیب نے بنی اسد کے مجمع میں جاکر وعظ و نصیحت کے ذریعہ انہیں نصرتِ امام (ع) کے فریضہ کی طرف توجہ دلائی جس پر سب سے پہلے عبدالرحمن بن بشیر اسدی نے لبیک کہی اور پھر دوسرے لوگ بھی آمادہ ہوکر حبیب کے ساتھ جماعتِ حسینی کی طرف روانہ ہوئے مگر یہ کہ اس واقعہ کی خبر عمر سعد کو ہوگئی اور اس نے پانچ سو سوار سدراہ ہونے کے لیے بھیج دیئے جن کے مقابلہ کی یہ جماعت تاب نہ لاسکی اور سب لوگ واپس چلے گئے۔ ناچار حبیب خدمتِ امام (ع) میں تنہا واپس پہنچے۔

صبحِ عاشور جب امام حسین علیہ السلام نے اپنا تاریخی خطبہ ارشاد کیا تھا اور شمر نے انتہائی بے شرمی ، بے حیائی اور کمینہ فطرتی سے آپ (ع) کی تقریر میں مداخلت کی اور کہا کہ 'میں منافق ہوں اور خدا کی عبادت ایک حرف پر کرتا ہوں (یعنی صرف زبانی) اگر کچھ میری سمجھ میں آ رہا ہو کہ آپ کیا کہتے ہیں' تو حبیب بن مظاهر ہی تھے جنہوں نے اس گستاخی کا جواب دیا یہ کہہ کر "بخدا میں سمجھتا ہوں کہ تو خدا کی ستر حرفوں پر عبادت کرتا ہے (یعنی تیری عبادت مخلصانہ حیثیت سے یکرنگ نہیں بلکہ ہفتاد رنگ ہے) اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو سچ کہتا ہے، تیری کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ امام (ع) کیا فرماتے ہیں کیونکہ تیرے دل پر مہر لگ چکی ہے"

پھر جب امام (ع) نے اپنی مختصر جماعت کو ترتیب دیا تو میسرہ کا سردار حبیب بن مظاهر کو قرار دیا۔ جب مسلم بن عوسجہ مجروح ہوکر گرے اور امام حسین علیہ السلام انکے سرہانے تشریف لے گئے تو حبیب نے جو آپ (ع) کے ساتھ ساتھ تھے مسلم کو انکی شہادت پر مبارکباد دینے کے بعد کہا اگر مجھے یہ یقین نہ ہوتا کہ میں بھی بہت جلد تم سے آکر ملتا ہوں تو کہتا کہ کچھ وصیت کرو تاکہ میں اس وصیت کو پورا کروں اور اس طرح جو تمہاری قرابت اور مذہبی خصوصیت کا حق ہے اسکو ادا کروں۔ جواب میں مسلم بن عوسجہ نے امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اور تو کچھ نہیں وصیت بس یہ ہے کہ انکی نصرت سے ہاتھ نہ اٹھانا۔ ظاہر ہے کہ اس وصیت نے حبیب بن مظاهر کے دھکتے ہوئے جذبہ قربانی کے لیے ہوا سے کچھ کم کام نہ دیا ہوگا۔

پھر کہاں ممکن تھا کہ حصین بن تمیم کے اس گستاخانہ کلام کو جو اس نے امام حسین علیہ السلام کی جانب سے نمازِ ظہر کے لیے التوائے جنگ کی خواہش پر کیا تھا وہ ٹھنڈے دل سے گوارہ کرلیتے؟ چنانچہ انہوں نے بیتاب ہوکر کہا "قبول نہیں ہے؟ رسول اللہ (ص) کے فرزند کی نماز تیرے خیال میں قبول نہیں اور تیری نماز

قبول ہے؟" حصین نے یہ سنکر حملہ کردیا اور حبیب بھی مقابلہ پر آگئے اور انہوں نے اس کے گھوڑے کے منہ پر تلوار ماری جس سے وہ الف ہوگیا اور حصین زمین پر گرگیا۔ مگر اس کے ساتھیوں نے بڑھ کر اسے اپنے حلقہ میں لے لیا اور حبیب کے ہاتھوں سے بچا کر لے گئے۔

اب حبیب میدانِ جنگ میں آہی چکے تھے۔ ایمان کا جوش اور شجاعت کی امنگ، دشمن کی جرات و جسارت کا غصہ اور اس کے زندہ نکل جانیکا رنج۔ چنانچہ وہ اس مضمون کا شعر پڑھنے لگے :

"میں قسم کھاتا ہوں کہ ہم اگر تعداد میں تمہارے برابر ہوتے یا تمہارے آدھے بھی ہوتے تو تم ہمارے سامنے سے یقینی بھاگ جاتے۔ بدترین خلائق حسب و نسب اور اخلاق کے لحاظ سے"

پھر انہوں نے دوسرے شعر پڑھے جنکا مضمون یہ تھا :

"میں حبیب ہوں اور میرے باپ کا نام مظاہر ہے۔ میدانِ جنگ اور بھڑکتی ہوئی لڑائی کے ہنگام کاشہسوار ہوں۔ تمہاری تعداد ہم سے زیادہ ہے اور لڑائی کا سامان تمہارے پاس فراواں ہے مگر ہم اپنی بات کے زیادہ دھنی اور مشکلات کے زیادہ برداشت کرنیوالے ہیں اس کے علاوہ حجت ہماری بالا، حقیقت نمایاں فرائض کی پابندی زیادہ اور دامن صاف ہے"

ان اشعار میں حبیب بن مظاہر نے اصحابِ حسین علیہ السلام کے کردار اور ان نفسیاتی خواص کو جو اُن کے ثبات و استقلال کے ذمہ وار تھے صاف طور پر بیان کیا ہے۔

حبیب نے سخت جنگ کی یہاں تک کہ ایک تمیمی پہلوان نے جسکا نام بدیل بن صریم تھا حبیب پر حملہ کیا۔ حبیب نے ایک ضربِ شمشیر میں اسکا کام تمام کیا لیکن اسی کے ساتھ بنی تمیم کے ایک دوسرے شخص نے ان پر نیزہ کا وار کردیا جس سے وہ زمین پر آ رہے۔ ابھی وہ اٹھنا ہی چاہتے تھے کہ ان کے پہلے کے شکست خوردہ حریف حصین بن تمیم نے ان کے سر پر تلوار لگائی جس سے وہ بے جان ہوکر گر گئے۔ وہ تمیمی جس کے نیزہ کے وار نے حبیب کو زمین پر گرایا تھا انکا سر کاٹنے کے لیے قریب آیا تو حصین نے کہا کہ 'میں ان کے قتل میں شریک ہوں' تمیمی نے کہا 'نہیں، کام میں نے تمام کیا ہے' آخر حصین نے کہا کہ 'مجھے اتنا کر لینے دو کہ میں انکا سر اپنے گھوڑے کی گردن سے باندھ کر ایک دفعہ لشکر میں گردش کرلوں تاکہ لوگ دیکھ لیں کہ میں نے ان کے قتل میں شرکت کی ہے۔ پھر تم اسکو لے لینا اور ابن زیاد کے پاس لے جانا۔ وہاں سے جو انعام ملے گا اس میں حصہ نہیں لوں گا' پہلے تو تمیمی نے انکار کیا مگر لوگوں کے کہنے سننے سے راضی ہوگیا۔ اس طرح گویا اس پہلی شکست کی خفت مٹائی جو اسے حبیب کے مقابلہ میں حاصل ہوچکی تھی۔

حبیب بن مظاہر کی شہادت کا امام حسین علیہ السلام پر خاص اثر ہوا۔

((جب شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد فوج والے کوفہ واپس ہوئے تو حبیب کا سر ان کے تمیمی قاتل نے لیکر اپنے گھوڑے کی گردن میں آویزاں کر لیا اور اس طرح ابن زیاد کے محل کی طرف چلا۔ راستے میں حبیب بن مظاہر کے فرزند قاسم بن حبیب کی نظر اس پر پڑی تو وہ اس شخص کے ساتھ ہولیے اور اس سے منت سماجت کے ساتھ کہا کہ یہ میرے باپ کا سر مجھے دیدو کہ میں دفن کردوں۔ اس نے انکار کیا اور کہا یہ کیونکر ہوسکتا ہے مجھے تو ابن زیاد سے انعام لینا ہے۔ بچہ بے بسی کے ساتھ رو کر رہ گیا اور وقت کا منتظر ہوگیا۔ مصعب بن زبیر کے عہد حکومت میں جب باجمیرا (مقام) پر فوج کشی ہوئی تو یہ تمیمی ظالم بھی فوج میں تھا۔ اس دوران ایک دن قاسم بن حبیب نے موقع پا کر اسے قتل کردیا))

<* شہادت خُر *>

خُر بن یزید ریاحی نے جنکے حالات میں پہلے درج ہوچکا ہے کہ وہ حملہ اولیٰ میں اپنے گھوڑے کے پے ہونے کے بعد پیادہ ہوچکے تھے اور اس سے پہلے کئی مرتبہ لڑ بھی چکے تھے۔ اب حبیب بن مظاهر کی شہادت کے بعد مضبوط ارادہ کر لیا کہ وہ شرفِ شہادت کو حاصل کرکے رہیں گے۔ چنانچہ انہوں نے میدان میں نکل کر یہ رجز پڑھنا شروع کیا :

"میں قسم کھاتا ہوں کہ میں قتل نہ ہوں گاجب تک دشمنوں کو قتل نہ کر لوں اورمارانہ جاؤں گامگرپیش قدمی کی حالت میں ، آج تلواریں لگاؤں گا فیصلہ کن تلواریں ، اور نہ میرے قدم پیچھے ہٹیں گے اور نہ کمزوری کا اظہار ہوگا"

کبھی کہتے تھے کہ :

"میں شمشیرزنی کروں گااس بہترین خلائی کی طرف سے جس کے قیام نے سرزمینِ حرم کو عزت بخشی"

معلوم نہیں امام (ع) کا اشارہ تھا یا خود اپنی خواہش سے زہیر بن قین نے خُر کے ساتھ مل کر جہاد شروع کیا۔ حالت یہ تھی کہ جب ایک گہر جاتا تھا تو دوسرا بڑھ کر اسکو چھڑانے کی کوشش کرتا تھا۔ تھوڑی دیر یہی صورت قائم رہی لیکن اس کے بعد پیادوں کی فوج نے خُر کو سختی سے گھیرلیا۔ اور زہیر بن قین کی مدافعت ناکام رہی۔ بہت سے لوگ ٹوٹ پڑے اور ایوب بن مسرح کے ساتھ ایک اور شخص نے کوفہ کے شہسواروں سے مل کر خُر کو شہید کیا۔ امام (ع) نے اپنے ناصر کی یہ قدر کی کہ جب اسکی لاش میدان سے اٹھا کر لائی گئی اور حضرت (ع) کے سامنے رکھی گئی تو آپ (ع) خاک و خون خُر کے چہرے سے صاف کرتے جاتے تھے اور فرماتے تھے :

"خُر تم بیشک خُر ہو۔ تمہارے والدین نے تمہارا نام بہت ٹھیک رکھا تھا۔ تم دنیا میں بھی 'خُر' ہو اور آخرت میں بھی 'خُر' "

مطلب یہ تھا کہ انسان کی حریت و شرافت کا جوہر اس کے افعال ہی سے نمایاں ہوتا ہے۔ دنیوی خواہشوں کی قید و بند میں گرفتار اور ہوا و ہوس میں اسیر ہوکر حق و ناحق کے امتیاز کو مٹا دینے والا ہرگز حریتِ ضمیر اور شرافت کے جوہر کا مالک نہیں ہوسکتا۔ یقیناً خُر نے تمام دُنیوی توقعات کو ٹھکرا کر حق کے راستے پر قدم رکھا تو وہ خُر ہی ثابت ہوئے اور حریت کے اصل جوہر کو اُنہوں نے اپنے عمل سے نمایاں کر دیا۔

**

نمبر (66). <* ابو ثمامہ صائدی *>

نام و نسب : عمرو بن عبداللہ بن کعب الصائدین شرحیل بن شراحیل بن عمرو بن چشم بن حاشد بن چشم بن حیزون بن عوف بن ہمدان الہمدانی الصائدی۔

ابو ثمامہ انکی کنیت تھی۔ وہ عرب کے شہسواروں میں سے شیعانِ علی علیہ السلام کے ممتاز افراد میں سے تھے۔ حضرت علی علیہ السلام کی صحبت سے شرفیاب ہوئے تھے اور آپ (ع) کے ساتھ تمام لڑائیوں میں شریک ہوئے تھے۔ آپ (ع) کے بعد امام حسن علیہ السلام کی صحبت اختیار کی تھی مگر امام حسن علیہ السلام کی مدینہ روانگی کے بعد انہوں نے کوفہ ہی میں قیام باقی رکھا۔

جب جناب مسلم بن عقیل علیہما السلام امام حسین علیہ السلام کے نمائندہ کی حیثیت سے کوفہ آئے تو ابو ثمامہ نے گرم جوشی کے ساتھ انکی تائید کی اور جب کوفہ پر ابن زیاد کا تسلط ہوا اور جناب مسلم علیہ السلام

کو خونریزی کے آثار نظر آئے تو انہوں نے ابو ثمامہ کو یہ خدمت سپرد کی کہ وہ زرِ اعانت اپنے پاس جمع کیا کریں اور اسلحہ جنگ خریدیں اس لیے کہ وہ اس امر میں بڑی واقفیت رکھتے تھے۔

جناب مسلم علیہ السلام کی شہادت کے بعد ابو ثمامہ مخفی طور سے کوفہ سے نکل کر نافع بن ہلال کے ساتھ عراق کے راستے میں جماعتِ حسینی سے ملحق ہوئے۔

انکی وفاداری اور فداکاری کا یہ یادگار واقعہ تھا کہ جب عمر سعد نے کثیر بن عبداللہ کو پیغام دیکر امام حسین علیہ السلام کے پاس بھیجا تو ابو ثمامہ نے اس سے کہا کہ اپنی تلوار باہر رکھ دو۔ جب وہ اس پر تیار ہوتا دکھائی نہیں دیا تو انہوں نے کہا کہ اچھا میں تمہاری تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھے رہوں گا چونکہ اس نے یہ بھی منظور نہ کیا اس لیے اسے واپس جانا پڑا اور عمر سعد کو دوسرا قاصد بھیجنا پڑا جس نے پیغام رسانی کے فرض کو انجام دیا۔

ظہر کی نماز کا وقت آنے پر انکی فرض شناسی کا بہترین نمونہ تھا کہ اس سخت موقع پر بھی ان کے دل میں یہ خواہش جاگزیں تھی کہ میں نماز جماعت سے امام حسین علیہ السلام کی اقتدا میں پڑھ لوں۔ پھر خدا کی بارگاہ میں جاؤں۔ امام حسین علیہ السلام اس پر اتنا خوش ہوئے کہ آپ (ع) نے انکو دعا دی۔ فرمایا کہ :
"تم نے اس وقت نماز کو یاد کیا خدا تمکو نمازگزاروں میں محسوب کرے"

اس کے بعد امام (ع) نے اصحاب سے فرمایا کہ ان لوگوں سے کہو کہ اتنی دیر جنگ سے ہاتھ روک لیں کہ ہم نماز پڑھ لیں۔ اسی التواء کے سوال پر ہنگامہ ہو گیا تھا جس میں حبیب بن مظاہر اور حُر درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ جیسا کہ تاریخ سے پتہ چلتا ہے یہ سوچ کر نہایت تکلیف ہوتی ہے کہ ابو ثمامہ کی یہ تمنا تھی کہ وہ نماز ظہر امام حسین علیہ السلام کی اقتدا میں ادا کر لیں پوری نہیں ہوئی بلکہ اسی ہنگامہ میں اپنے قبیلہ کے ایک شخص سے جو فوجِ یزید میں تھا وہ شہید ہوئے۔

**

< ** نمازِ ظہر ** >

جنگِ ملتوی نہیں ہوئی تھی۔ ایسے موقع کے لیے شرع نے مخصوص حکم "نمازِ خوف" کا دیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ فوج کے دو حصے ہو جائیں۔ ایک حصہ دشمن سے مقابلہ کرے اور دوسرا حصہ نماز میں شریک ہو۔ وہ ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھے اور باقی نماز تخفیف کے ساتھ فراڈی پڑھ کر تمام کرے اور جب یہ نماز ختم کر کے جائے اور دشمن کے سامنے کھڑا ہو جائے تو وہ پہلا حصہ فوج کا میدانِ جنگ سے آکر نماز میں شریک ہو مگر یہ تو اس وقت ہوسکتا تھا جب فوج کی اتنی تعداد ہو کہ دو حصے ہوسکتے ہوں کہ ان میں سے ایک دشمن کے ساتھ اتنی دیر مقاومت کرسکے کہ دوسرا حصہ واپس آئے مگر یہاں تو جماعتِ حسینی کی مجموعی تعداد بھی افواجِ مخالف کی کثرت کو دیکھتے ہوئے گویا کہ نہ ہونے کے برابر تھی مگر امام (ع) نے انکی شجاعت پر اعتمادِ کامل رکھتے ہوئے زہیر بن قین اور سعید بن عبداللہ حنفی سے فرمایا کہ تم دونوں میرے سامنے کھڑے ہو جاؤ تاکہ میں نمازِ ظہر پڑھ لوں۔ چنانچہ یہ دونوں جان نثار اصحاب کی تقریباً نصف جماعت کے ساتھ آگے بڑھے اور اپنے امام (ع) کے سامنے سینہ سپر ہو کر کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ امام حسین علیہ السلام نے "نمازِ خوف" ادا کی۔

**

کوفہ کے معزز شیعانِ علی علیہ السلام میں سے تھے اور شجاعت و عبادت کی صفت سے موصوف تھے۔ اہل کوفہ کے جو دعوتی خطوط امام (ع) کے پاس مکہ بھیجے گئے تھے۔ ان میں سب سے آخری خط کو لیکر آپ (ع) کی خدمت میں پہنچنے والے ہانی بن شبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی تھے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان خطوط کا جواب بھی انہی دونوں کے سپرد کیا تھا۔ چنانچہ اپنے خط میں ان کے ناموں کا حوالہ بھی دیا تھا۔ "اس طرح کہ "ہانی اور سعید" میرے پاس تمہارا خط لیکر آئے اور یہ دونوں سب سے آخری تمہارے نمائندے تھے جو میرے پاس پہنچے"

اس کے بعد آپ (ع) نے تحریر فرمایا تھا کہ :

"میں تمہاری جانب اپنے چچازاد بھائی اور معتمد عزیز مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں" یہ دونوں اس خط کو لیکر حضرت مسلم علیہ السلام کے آگے روانہ ہو گئے۔

جب جناب مسلم بن عقیل (ع) کوفہ میں وارد ہو کر مختار کے مکان میں فروکش ہوئے اور کوفہ والے آپ (ع) کے پاس جمع ہوئے تھے اور آپ نے امام حسین علیہ السلام کا خط پڑھ کر سنایا تھا تو عابس بن ابی شیبہ شاکری اور حبیب بن مظاہر کے بعد سعید بن عبداللہ حنفی کھڑے ہوئے تھے اور انہوں نے بھی نصرت و وفاداری کا عہد کیا تھا۔

شبِ عاشور جب امام حسین علیہ السلام نے اپنا تاریخی خطبہ ارشاد کیا تھا کہ

میں اپنی بیعت سے تمہیں آزاد کرتا ہوں ، تمہارا جہاں جی چاہے چلے جاؤ"

تو اصحاب میں سے مسلم بن عوسجہ کے بعد سعید کھڑے ہو گئے تھے اور انہوں نے جوش و ولولہ سے بھرے ہوئے الفاظ کہے تھے کہ :

"خدا کی قسم ہم آپ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ بخدا اگر میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر جیتے جی جلادیا جاؤں پھر میری خاک ہوا میں منتشر کی جائے اور میرے

ساتھ ستر مرتبہ ایسا ہی سلوک ہو تو بھی میں آپ سے جدا نہ ہوں گا ، یہاں تک کہ آخری مرتبہ بھی موت مجھے آپ ہی کے قدموں پر آئے"

سعید کے لیے پنی وفاداری و جان نثاری کے دعووں کے پورا کر دکھانے کا اب موقع آگیا کہ جب امام حسین علیہ السلام نماز ظہر میں مصروف تھے اور آپ (ع) نے سعید اور زہیر بن قین کو بطور محافظ اپنے سامنے کھڑا کیا تھا۔ سعید نے یہ صورت اختیار کی کہ وہ خاص حضرت امام حسین علیہ السلام کے سامنے کھڑے تھے اور جو تیر آنے لگتا تھا اسے بڑھ کر اپنے اوپر روکتے تھے۔ یہاں تک کہ زخموں کی کثرت سے زمین گر کر جاں بحق تسلیم ہوئے اور درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ اس حالت میں کہ تیرہ تیر ان کے جسم میں پیوست تھے۔

**